Al-Qalam القلم
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:26, Issue:1, 2021; pp. 59-82

تصور عصمت انبیاء: مصادرِ اسلام کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Concept of Ismāt-e-‘Āmbiā: An Analytical Study In The Light Of the Islamic Sources

Dr. Muhammad Farooq Abdullah *(corresponding author)*
Assistant Professor, Department of Interfaith Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan
Email: farooq.abdullah@aiou.edu.pk
Dr. Muhammad Abdullah
Professor, Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore, Pakistan

KEYWORDS

QURAN, VAGUENESS, COMMENDATIONS, VERSES, VIEWPOINTS.

Date of Publication: 26-06-2021

ABSTRACT

The belief of Ismāt-e-‘Āmbiā (infallibility of Prophets) is the belief about the Prophets of Islam, on which the whole structure of Islam stands and the Muslim ‘Ummah has a consensus on this issue. Which means that all the Prophets (Peace be upon Them) are safe from minor, major sins and from skepticism/ polytheism. (Mūfāssireen) Interpreters of Qur'an are privileged among the Islamic scholars, because they serve in inferring the word of ‘Āllah, ie the Qur'an, which is the essence of Islam. However, in view of the importance of the (Mūfāssireen) commentators as a preference over other classes, the remarks of the commentators will be presented first in this article in the light of the Qur'an. Later, the arguments of the Mūhāddithin and the jurists of the ‘Ummah and the theologians will be explained. From Adam (AS) to the last Prophet Muhammad all Prophets (peace be upon them) are chosen and innocent in every way. Therefore, in the Holy Qur'an words of praise have been used for the Prophets (peace be upon them) by the ‘Āllah Almighty. The Prophets are better than the angels and the fact is proved by the fact that the angels did not commit any sin. So if the Prophets (peace be upon them) evidenced to committing sins, then their superiority over the angels will be forbidden. If sins are committed by the Prophets (peace be upon them) then the Prophets (peace be upon them) deserve more condemnation in this world and punishment in the Hereafter more than the common sinners of the Ummah, which is impossible and incorrect, so the issuance of sins from them is never possible. This Article in Urdu will cover all these aspects in the light of the words of Mūfāssireen, Mūhādditihin, jurists and the theologians of Islam.

تمہید:

عقیدہ عصمت انبیاء اسلام کا وہ عقیدہ ہے کہ جس پر دین اسلام کی ساری عمارت کھڑی ہے اور امت مسلمہ کا اس مسئلے پر اجماع ہے۔کہ انبیاء کرام گناہ صغیرہ و کبیرہ اور کفر و شرک سے محفوظ ہیں۔علماءِ اسلام میں مفسرین کرام کو اس وجہ سے فوقیت حاصل ہے کہ وہ کلام اللہ کی تشریح و تفسیر کی خدمت سرانجام دیتے ہیں اور کلام اللہ یعنی قرآنِ مجید ہی اسلام کا اصل الاصول ہے۔محدثین اور فقہاءِ اُمت کے بلند مرتبہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا تاہم بحیثیتِ طبقہ مفسرین کرام کی دیگر طبقات پر اہمیت کے پیشِ نظر ذیل میں اوّلاً قرآن مجید کی روشنی میں مفسرین کرام کے اقوال پیش کیے جائیں گے بعدازاں محدثین کرام اور فقہائے اُمت و متکلمین کے ادلّہ سے استدلال کیا جائے گا۔

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کے حق میں فرماتے ہیں: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۝ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ ۝ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ۔ 1 جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور انہوں نے ان کو پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا ابراہیم نے عرض کی کہ میری اولاد کو بھی فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں ہے۔اور پیشوا وہی ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔پس اگر ابراہیمؑ سے نافرمانی سرزد ہو جاتی تو لوگوں کا اس گناہ میں بھی اقتدا کرنا واجب ہو جاتا اور یہ باطل ہے۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں۔یدل على أنه عليه السلام كان معصوما عن جميع الذنوب لأن الإمام هو الذي يؤتم به ويقتدى ، فلو صدرت المعصية منه لوجب علينا الاقتداء به في ذلك ، فيلزم أن يجب علينا فعل المعصية وذلك محال۔2 یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ابراہیم تمام گناہوں سے معصوم تھے، کیونکہ امام وہی ہوتا ہے جس کی اقتدا کی جائے اگر امام سے معصیت صادر ہو تو اس کی اتباع معصیت میں بھی واجب ہو گی جو کہ محال ہے۔علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں. فالمتبادر من العہد الامامة و لیست ہی ہنا الا النبوة۔3 عہد کا متبادر مفہوم امامت ہے اور یہاں امامت سے سوائے نبوت کے اور کچھ مراد نہیں ہے۔مراد یہ ہے کہ نبوت صالح اور نیک بندوں کو ملتی ہے ظالموں کو نہیں مل سکتی۔اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ۔4 پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔امام فخر الدین رازیؒ اس آیت سے عصمت انبیاء پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے

ہیں۔الآیةتدل على عصمة الأنبياء من وجهين : الأول : أنه قد ثبت أن المراد من هذا العهد : الإمامة ، ولا شك أن كل نبي إمام ، فإن الإمام هو الذي يؤتم به ، والنبي أولى الناس ، وإذا دلت الآية على أن الإمام لا يكون فاسقا ، فبأن تدل على أن الرسول لا يجوز أن يكون فاسقا فاعلا للذنب والمعصية أولى . الثاني : قال : لا ينال عهدي الظالمين ، فهذا العهد إن كان هو النبوة ؛ وجب أن تكون لا ينالها أحد من الظالمين وإن كان هو الإمامة ، فكذلك لأن كل نبي لا بد وأن يكون إماما يؤتم به ، وكل فاسق ظالم لنفسه فوجب أن لا تحصل النبوة لأحد من الفاسقين۔[5]یہ آیت دو وجہ سے انبیاء کی عصمت پر دلالت کر رہی ہے،اول یہ کہ اس عہد سے مراد امامت ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر نبی امام ہوتا ہے کیونکہ امام وہی ہوتا ہے کہ جس کی اقتداء کی جاتی ہے۔اور نبی دوسرے لوگوں سے زیادہ اس اقتداء کا حقدار ہوتا ہے۔اور اس آیت سے ثابت ہوا کہ امام فاسق نہیں ہوتا تو نبی کے لئے اور بھی ضروری ہوا کہ وہ فاسق اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو۔دوم مذکورہ آیت میں اگر عہد سے مراد نبوت ہو تو لازم ہے کہ نبوت ظالموں کہ نہ ملے۔،اور اگر اس سے امامت مراد ہو تب بھی یہ ظالموں کو نہیں مل سکتی کیونکہ ہر نبی لازمی طور پر امام ہوتا ہے جس کی اقتداء کی جاتی ہے،اور ہر فاسق اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے چنانچہ ضروری ہے کہ نبوت کسی فاسق کو نہ ملے۔

تفسیر بیضاوی نے بھی آیت مذکورہ سے انبیاء کے قبل از بعثت کبائر سے معصوم ہونے پر استدلال کیا ہے۔اور کہا ہے کہ فاسق امامت اور پیشوائی کا اہل نہیں ہوتا،ملاحظہ ہو۔ وفيه دليل علىٰ عصمة الانبياء من الكبائر قبل البعثة و ان الفاسق لا يصلح للامامة۔۔۔۔وجه الاستدلال عليها ان الآية دلت علىٰ نيل الامامة لا يجامع الظلم السابق فاذا تحقيق النيل كما فى الانبياء علم عدم اتصافهم حال النيل بالظلم السابق۔[6]اس آیت میں دلیل ہے انبیاء قبل از بعثت کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔اور فاسق امامت اور پیشوائی کا اہل نہیں ہوتا۔استدلال کی وجہ یہ ہے کہ آیت نے اس مر پر دلالت کی کہ امامت ظلم کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔پس جب انبیاء کے لئے امام کا محقق ہونا ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ امامت پر فائز ہونے کے وقت پاک وصاف تھے اور زمانہ سابقہ میں بھی کسی قسم کے ظلم سے متصف نہیں تھے۔چنانچہ مذکورہ آیت کی وضاحت سے ثابت ہوا کہ انبیاء

بعثت سے قبل بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، کیونکہ گناہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ظالم کو عہدہ نبوت نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری دلیل:

اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہو تو پھر ان کی گواہی قابل قبول نہ ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا۔ 7"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کیا کرو"۔اس آیت میں فاسق کے قول کی تحقیق اور اس کی گواہی قبول ہونے سے توقف کا حکم دیا گیا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام کا مردود الشہادۃ ہونا باطل ہے اس لئے کہ جس کی گواہی دنیاوی معاملات میں معتبر نہ ہو تو ان کی گواہی کو کیسے قبول کیا جائے گا ان ادیان کے بارے میں جو قیامت تک باقی رہیں گے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام قیامت کے دن اپنی امت کے لئے گواہی دیں گے اور یہ امت پہلی امتوں پر گواہی دیں گی۔ ارشاد باری ہے:وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُـوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔8اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ۔ اور جو قیامت کے دن سارے انبیاء علیہم السلام کے لئے گواہ ہوں گے تو ان کی گواہی جنت کے بارے میں کیسے قابل قبول نہ ہو گی۔

تیسری دلیل:

اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو پھر انہیں تنبیہ کرنا ضروری ہوتا جبکہ انبیاء علیہم السلام کو زجر و توبیخ کرنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔9"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے"۔اس آیت سے انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا صادر ہونا ممتنع ثابت ہوا۔امام قرطبیؒ لکھتے ہیں۔فقال الجمهور من العلماء : معناه بالكفر ونسبة الصاحبة والولد والشريك إليه ، ووصفه بما لا يليق به ، كقول اليهود لعنهم الله : وقالت اليهود : يد الله مغلولة . والنصارى : المسيح ابن الله . والمشركون : الملائكة بنات الله والأصنام شركاؤه---- فهي كل ما يؤذيه من الأقوال في غير معنى

واحد ، ومن الأفعال أيضا . أما قولهم : (فساحر . شاعر . كاهن . مجنون ۔ 10 جمہور علماء کا موقف ہے کہ اس سے مراد اللہ کی طرف کفر کی نسبت کرنا، اس کی بیوی، اولاد ثابت کرنا شریک ٹھہرانا اور اللہ کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا جو اس کے لائق نہ ہو جیسے یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے اور نصاریٰ نے پیغمبر عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، اور مشرکوں نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا اور جھوٹے معبودوں کو اللہ کے ساتھ شریک کیا۔ اور نبی اکرم ﷺ کو اذیت سے مراد اقوال و اعمال کے زریعے اذیت دینا جیسے جادو گر، شاعر، کاہن اور مجنوں قرار دینا۔ اس سے واضح ہوا کہ نبی کے لئے تو کسی بھی طرح کے توہین آمیز لفظ یا استعمال کرنا بھی منع ہے چہ جائکہ ان کو زجر و توبیخ کیا جائے۔

چوتھی دلیل:

اگر نبی اکرم ﷺ سے فسق صادر ہو تو یا ہمیں اس فسق میں ان کی پیروی کا حکم ہو گا اور یہ جائز نہیں، اور یا ان کی اتباع کا حکم نہ ہو گا اور یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ 11 ترجمہ: "کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے"۔ اور جب یہ دو باطل قسمیں نبی اسے فسق سرزد ہونے کی صورت میں جنم لیتی ہیں تو ان سے فسق کا سرزد ہونا ہی محال ہو گا۔

پانچویں دلیل:

اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو پھر وہ ضرور جہنم کی وعیدات کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ۔12 ترجمہ: "اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے نکل جائے اللہ تعالیٰ اسے آگ میں ڈالیں گے یہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے"۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ۔ 13 ترجمہ: "خبر دار! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔ حالانکہ باجماع امت یہ باطل ہے تو انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا سرزد ہونا بھی باطل ہے۔

چھٹی دلیل:

انبیاء علیہم السلام نیکی کرنے اور بدی چھوڑنے کا حکم دیتے تھے، پس اگر وہ نیکی چھوڑ دیتے اور گناہ کا ارتکاب کرتے تو ضرور حق تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت آجاتے۔ ارشاد ربانی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔14 ترجمہ: "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے جو کہو اس کو کرو نہیں"۔ اور زجر و توبیخ کے بھی مستحق ہوں گے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔15 کیا لوگوں کو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے"۔ اور ظاہر ہے کہ یہ طرز عمل انتہائی قبیح ہے، انبیاء علیہم السلام اس سے پاک ہیں۔ جیسا کہ اس طرز عمل سے حضرت شعیبؑ نے یوں برأت کا اعلان کیا ہے: وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ۔16 ترجمہ: "اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تمہیں منع کروں اس کے خلاف کروں۔"

ساتویں دلیل

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق ویعقوب علیہم السلام کی صفت میں فرماتے ہیں: اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا۔17 ترجمہ: "بیشک یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑ پڑتے تھے۔" امام رازیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ الخیرات میں الف لام جمع پر داخل ہو کر عموم کا فائدہ دے رہا ہے لہٰذا لفظ الخیرات ہر جائز و مناسب فعل کے کرنے اور ناجائز و نامناسب فعل کے چھوڑنے کو شامل ہوگا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر نیکی کو کرنے اور ہر برائی کو چھوڑنے والے تھے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔[18]

آٹھویں دلیل

انبیاء کی عصمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۔ 19 ترجمہ: "بیشک وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ نیک بندوں میں سے تھے۔" اس آیت میں یہ دونوں لفظ "المصطفین الاخیار" ساری نیکیاں کرنے اور برائیاں چھوڑنے کو شامل ہیں۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندگی کے ہر شعبے میں برگزیدہ و چنیدہ ہی ہوا کرتے تھے اور صرف یہ نہیں بلکہ اس قسم کے بلند و بالا تعریفی کلمات

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے لئے جا بجا استعمال کیے گئے ہیں۔دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے:اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۔[20]"فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی پیغام پہنچانے کیلئے چن لیتا ہے۔"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ۔21بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور ابرہیم کو اور عمران کی اولاد کو سارے جہاں سے پسند کیا ہے"۔ اور ابراہیمؑ کے حق میں فرمایاگیا:وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ، وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔22"اور ہم نے تو اسے دنیامیں بھی بزرگی دی تھی بے شک وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں سے ہوگا"۔ حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے:قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ۔ 23اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور ہم کلامی سے دوسرے لوگوں پر تجھے امتیاز دیاہے۔وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ۔ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۔24ترجمہ:"اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کر جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے بے شک ہم نے انہیں ایک خاص فضیلت دی یعنی ذکر آخرت کے لئے چن لیا تھا"۔ امام رازیؒ بیان فرماتے ہیں۔

احتج العماء بهذه الآية فى اثبات عصمة الانبياء قالو لانه تعالى حكم عليهم بكونهم اختيارا على الاطلاق و هذا يعم حصول الخيرية فى جميع الافعال الصفات۔25

ہمارے علماء نے اس آیت سے عصمت انبیاء کو ثابت کیاہے اور کہاہے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے مطلق خیر پر ہونے کا حکم دیاہے اور یہ تمام افعال اور صفات میں خیر کے حصول کانام ہے۔

نویں دلیل:

سورۃ"صٓ" میں اللہ تعالیٰ شیطان کی قسم کی حکایت بیان کرتے ہیں:قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔26ترجمہ:"عرض کی کہ تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کردوں گا، مگر ان میں سے جو تیرے خالص بندے ہوں گے"۔ تو اس آیت میں ابلیس نے مخلصین ہی کو اپنے اضلال واغواسے مستثنیٰ قرار دیااور کامل مخلص انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں چنانچہ ابراہیم واسحق ویعقوب علیہم السلام کے بارے

میں فرمایا گیا ہے۔ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ۔ 27بلاشبہ ہم نے ان سب کو برگزیدہ کیا تھا ایک خاص صفت یعنی اس گھر کی یاد کے ساتھ۔اور حضرت یوسفؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۔ 28بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ابلیس کا یہ اقرار کہ میرے گمراہ کن حربوں سے مخلصین ہی بچ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ گواہی کہ انبیاء علیہم السلام مخلصین میں سے ہی ہیں۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ابلیس کی گمراہ کن تدابیر اور دلفریب وساوس سے انبیاء علیہم السلام محفوظ ہو کر چلے گئے تھے،اور اس سے یہ بات یقینی طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ان سے کوئی بھی گناہ سرزد نہیں ہوا تھا۔

دسویں دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔29ترجمہ:"اور البتہ شیطان نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا سوائے ایمانداروں کے ایک گروہ کے،سب اس کے تابع ہوگئے"۔ اس آیت کریمہ میں اتباع ابلیس سے بچنے والے گروہ کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ وہ انبیاء تھے اس لئے کہ اگر یہ انبیاء کا گروہ نہ ہو تو یہ لوگ انبیاء سے افضل ٹھہرے،جیسا کہ ارشاد ہے:اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۔30ترجمہ:"بے شک زیادہ عزت والا تم سے اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے"۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں۔یہ بالاجماع باطل ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی بھی افضل نہیں ہو سکتا۔لہٰذا اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جس جماعت نے ابلیس کی اتباع نہیں کی وہ انبیاء علیہم السلام کی ہی جماعت تھی اور جو ابلیس کی اتباع کرے گا وہ گنہگار ہوگا پس یہ دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام نے کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔[31]

گیارھویں دلیل:

امام رازی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مکلفین کو دو گروہ میں تقسیم کیا ہے(:حزب الشیطان (شیطان کی جماعت)جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۔32 ترجمہ: یہی شیطان کا گروہ ہے، خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔(حزب اللہ (اللہ کی جماعت)جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے :اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۚ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ 33ترجمہ: یہی اللہ کا گروہ ہے خبردار بے شک اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

امام رازی اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بلاشبہ شیطانی گروہ تو وہی ہوگا جو شیطان کی چاہت اور اس کی مرضی کے مطابق چلے گا، پس اگر انبیاء علیہم السلام سے شیطانی عمل سرزد ہو جائے تو وہ بھی (نعوذ باللہ) شیطان کے گروہ میں شمار ہونگے اور ان پر یہ آیت کریمہ صادق ہوگی الاان حزب الشیطان ہم الخٰسرون۔ اور امت کے نیک عمل لوگوں پر یہ آیت صادق ہوگی، (الا ان حزب اللہ ہم المفلحون)اور اس سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ امت کے بعض افراد انبیاء علیہم السلام سے افضل و بہترین ہیں جبکہ یہ نتیجہ صریح البطلان ہے۔[34]

بارھویں دلیل

انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے بہترین ہیں اور یہ حقیقت دلائل سے ثابت ہے کہ فرشتوں نے کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ پس اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہونا تسلیم کیا جائے تو فرشتوں سے ان کا افضل ہونا ممتنع ہوگا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔35 کیا ہم کردیں گے ان کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کی طرح جو زمین میں فساد کرتے ہیں، یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کردیں گے۔

تیرھویں دلیل:

اس کی وجہ یہ ہے کہ بندوں کو حق تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت نبوت اور رسالت ہے اور جسے حق تعالیٰ نے نعمتیں زیادہ دی ہوں اس کا نافرمانی کرنا زیادہ گھناؤنا ہے، اس پر صریح عقل کے دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ نقل بھی تین طریقوں سے اس کی تائید کرتی ہے۔ ا۔ حق تعالیٰ کا ازواج مطہرات کو ارشاد ہے :يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ۔36 ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔أن عذابهن ضعف عذاب غيرهن وأجرهن مثلا أجر غيرهن۔37یعنی ان کا عذاب دوسروں سے دگنا ہوگا جیسا کہ ان کا اجر دوسروں سے دگنا ہے۔اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ۝ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ 38ترجمہ: ”اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کھلی ہوئی بدکاری کرے تو اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا“۔

۲۔ محصن (شادی شدہ) کو سنگسار اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

۳۔ غلام پر آزاد کی بہ نسبت آدھی حد جاری کی جاتی ہے۔ لٰہذا ان تینوں دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہوں تو پھر وہ امت کے عام گنہگاروں کی بہ نسبت دنیا میں زیادہ مذمت اور آخرت میں زیادہ عذاب کے مستحق ہوں گے، جبکہ یہ بالا جماع باطل ہے اس لئے کہ کوئی بھی یہ کہنا گوارا نہیں کرتا کہ پیغمبر اللہ کے نزدیک تو سب سے اچھی حالت کا حامل ہو اور رتبہ میں ہر ایک سے کمتر ہو یہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ سرزد نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔[39]

چودھویں دلیل:

سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَآ إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ۔40 اور ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو اس کی صلاحیت عطا کی تھی اور ہم اس سے واقف تھے۔ مفسرین نے اس آیت میں رشد سے مراد نبوت لی ہے۔ تفسیر جلالین میں لکھا ہے۔ ولقد آتینا إبراهيم رشده من قبل أي: هداه قبل بلوغه وكنا به عالمين بأنه أهل لذلك۔ 41یعنی ہم نے ابراہیم کو ان کے بلوغت سے قبل ہدایت عطا کی تھی، اور ہم اس پر عالم تھے کہ وہ اس کے اہل ہیں۔ تفسیر حقانی میں لکھا ہے۔ رشد سے مراد نبوت ہے جس پر جملہ کنابہ عالمین دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نبوت کے ساتھ اس کو مخصوص کرتا ہے جس کو جان لیتا ہے کہ یہ اس عہدہ کو بحفاظت وامانت سرانجام دے گا اور انجام دینے کے قابل ہے۔42

پندرھویں دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۔ 43اور جس وقت ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا کردے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ علامہ آلوسی بغدادیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والمراد هاهنا طلب الثبات والدوام على التوحيد والبعد من عبادة الأصنام والا فالأنبياء معصومون عن الكفر وعن عبادة غير الله۔ 44حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہاں دعا کرنے سے طلب ثبات اور دوام ہے توحید پر، اسی بات پر کہ بتوں کی عبادت سے دور ہیں۔ ورنہ انبیاء کفر اور غیر اللہ کی عبادت سے ویسے بھی معصوم ہیں۔

ان دونوں عبارتوں سے علامہ آلوسی کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ انبیاء کفر اور شرک سے پاک ہیں لیکن ان کے لئے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توحید پر قائم رہنے کے لئے ثبات ودوام طلب کریں۔اسی طرح عصمت کی طلب بھی انبیاء کے لئے صحیح ہے کیونکہ عصمت انبیاء کے طبعی امور میں سے نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ علامہ آلوسیؒ مزید فرماتے ہیں :والجواب الصحيح عندي ما قيل ان عصمة الأنبياء ليس لأمر طبعي فيهم بل بمحض توفيق الله تعالىٰ اياهم وبفضلهٖ عليهم ولذلک صح طلبها۔ 45میرے نزدیک صحیح جواب وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ انبیاء کی عصمت ان کی طبعی چیز نہیں بلکہ یہ خالص توفیق الٰہی اور اس کے فضل سے انہیں عطا ہوئی ہے۔اور اسی لئے اس کی طلب بھی صحیح ہوگئی۔ علامہ آلوسیؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ عصمت انبیاء کے طبعی امور میں سے نہیں ہے جو خود بخود انبیاء کو حاصل ہو۔جس طرح انہیں نبوت رحمتِ الٰہی سے عطا ہوئی ہے اس طرح عصمت بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم ہی سے حاصل ہوئی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ سے اس کی طلب بھی صحیح ہوگی۔یعنی نبوت کا منصب اسلام میں اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہوتا ہے ذاتی محنت اور کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

عصمت انبیاء پر محدثین کا نقطہ نظر

صحیح مسلم میں ایک حدیث مذکور ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ " . قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ " وَإِيَّاىَ إِلاَّ أَنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلاَ يَأْمُرُنِي إِلاَّ بِخَيْرٍ " .46 حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ ہم نشین مقرر نہ کیا گیا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا اور یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی۔لیکن اللہ نے مجھ کو اس پر غلبہ بخشا ہے پس وہ اسلام لایا ہے اور وہ مجھ کو ہمیشہ نیکی ہی کی ہدایت کرتا ہے۔ اس حدیث کی تشریح امام نووی اور قاضی عیاض اس طرح کرتے ہیں :قال الشيخ محي الدين النووي: يروي فأسلم بفتح الميم وضمها۔ فمن رفع قال: معناه فاسلمُ أنا من شره وفتنتهٖ۔ ومن فتح قال: معناه ان القرين أسلمَ، من الإسلام، يعني صار مؤمنًا لا يأمرني إلا بخير۔ قال الخطابي الصحيح المختار الرفع۔ ورجح القاضي عياض: الفتح قال الشيخ وہو

المختار لقوله فلا يامرنى إلّا بخير قال قاضی عياض واعلم ان الامة مجتمعة علی عصمة النبي ﷺ من الشيطان في جسمه وخاطره ولسانه۔ 47" شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ لفظ "اسلم" میم کے زبر اور پیش دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ پس جو لوگ اس لفظ کو میم کے پیش کے ساتھ پڑھتے ہیں تو ان کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں شیطان کے سر اور فتنے سے امن میں ہوں، اور جو لوگ لفظ "اسلمَ" کے میم کو زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں تو ان کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نشین شیطان نے اسلام قبول کیا ہے، یعنی مومن ہو گیا ہے جو مجھے ہمیشہ نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ خطابی نے کہا کہ صحیح اور مختار پیش سے پڑھنا ہے۔ اور قاضی عیاضؒ نے زبر سے پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔ امام نوویؒ کے نزدیک یہی قول مختار ہے اور اس کی دلیل آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "وہ مجھے ہمیشہ بھلائی ہی کی ہدایت کرتا ہے"۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ جان لے کہ امت آپ ﷺ کی عصمت پر اجماع کر چکی ہے بایں طور کہ شیطان کے شر سے آپ ﷺ کا جسم مبارک، خیال مبارک اور زبان مبارک ہر چیز معصوم و محفوظ ہے"۔

صحیح مسلم کی یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی مکمل اور کامل عصمت پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ شیطان میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے مسلمان اور مومن بنا دیا ہے اور وہ مجھے شر اور برائی کے بجائے نیکی اور بھلائی ہی کے لئے کہتا ہے۔ محدثین نے اس حدیث کے ضمن میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کلی طور پر شیطان کے شر اور اثر سے محفوظ ہیں۔

مشہور محدث ابو جعفر طحاویؒ استغفار کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

عن ابی هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إنّي لاستغفر الله وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرّة الخ، قالوا: فهٰذا كان رسول الله ﷺ يقوله لأنّه معصوم من الذنوب، واما غيره فلا ينبغي ان يقول ذلک لانه غير معصوم من العود في ماتاب منه۔ 48

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف لوٹتا ہوں۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی شان ہے کہ وہ اس طرح فرماتے تھے کیونکہ آپ گناہوں سے معصوم

ہیں اور آپ کے سوا کسی اور کا یہ مقام نہیں کہ وہ ایسا کہے کیونکہ اس نے جس چیز سے توبہ کی ہے وہ اس کی طرف لوٹنے سے معصوم نہیں ہے"۔

امام طحاویؒ اس حدیث پر اپنا تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :عن عبداللہ قال: قال رسول الله ﷺ : التوبة من الذنب ان يتوب الرجل من الذنب ثم لا يعود إليه فہٰذه صفة التوبة، وہذا غير مامون علیٰ غير رسول الله ﷺ، فانّه معصوم۔ 49حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گناہ سے توبہ یہ ہے کہ آدمی گناہ سے توبہ کرے پھر اس کی طرف نہ لوٹے۔پس یہ توبہ کی حقیقت ہے اور یہ کسی سے ممکن نہیں بجز رسول اللہ ﷺ کے کہ آپ معصوم ہیں۔علی بن سلطان محمد القاريؒ رقمطراز ہیں۔عن بعض المشايخ أن القرين من الجن ربما يدعوه إلى الخير۔50بعض مشائخ کے مطابق بسا اوقات انسان کا قرین اسے خیر کی طرف بھی بلاتا ہے۔تاہم امام طحاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔وخالفهم في ذلک اٰخرون، فلم يروا به باسًا أن يقول الرجل: اتوب إلى الله عزوجل۔51بعض علماء نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آدمی یہ کہے کہ "میں اللہ کی طرف لوٹتا ہوں"۔ برصغیر کے مشہور شیخ الحدیث عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی "شرح مشکوٰۃ" میں عصمتِ انبیاء کے مسئلے پر لکھا ہے۔

واجب است آوردن ہمہ انبیاء بے فرق دراصل نبوت و واجب است احترام و تنزیہ ساحت ایشاں از و عصمت نقص و عصمت ایشاں از جمیع گناہاں خورد و بزرگ پیش از نبوت و پس ازوے۔ ہمیں است قول مختار و آنچہ بعضے مفسران و اہل قصص و اخبار از بعض از ایشاں مثل یوسف علیہ السلام و داؤد علیہ السلام نقل کردہ صحیح نیست الی قولہ و آنچہ در قرآن مجید بہ آدم علیہ السلام نسبت عصیان کردہ و عتاب نمودہ مبنی بر علوِ شان قُرب اوست و مالک را می رسد کہ بہ ترکِ اولیٰ و افضل اگرچہ بحد معصیت نرسد بہ بندہ خود ہرچہ خواہد بگوید و عتاب نماید و دیگر را مجال نہ کہ تو اند گفت و اینجا ادبے است کہ لازم است رعایت آں و آں کہ اگر از جانب حضرت الوہیت ببعض انبیاء کہ مقربان درگاہ اند عتابے و خطابے رودد یا از جانب ایشاں کہ بندگانِ خاص اویند تواضع و ذلتے وانکسارے صادر گردد کہ موہم نقص بومایاں را نباید کہ دخل کنیم و تکلم نمائیم۔52ترجمہ: "اصل نبوت میں فرق کئے بغیر یکساں طور پر تمام انبیاء پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کے دامن

کو ہر قسم کے نقص کے داغ سے پاک سمجھنااور ان کا احترام کرناواجب ہے۔اور ان کو تمام گناہوں سے معصوم سمجھنا بھی واجب ہے، خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، اور نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد، اور یہی مختار قول ہے۔ اور بعض مفسروں، قصہ گوؤں اور راویوں نے بعض انبیاء مثلاً یوسف علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے متعلق جو کچھ نقل کیا ہے وہ غلط ہے۔اور قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کی طرف عصیان کی جو نسبت کی گئی ہے اور ان پر عتاب کیا گیا ہے تو یہ دربارِ الٰہی میں ان کے قرب کے علوّشان پر مبنی ہے۔ اور مالک کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ترکِ اولیٰ و افضل پر اگرچہ معصیت کی حد کو نہ پہنچتا ہو اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہہ دے اور عتاب کرے۔ مگر دوسروں کی یہ مجال نہیں کہ وہ بھی وہی کچھ کہہ سکیں۔ اور یہاں ادب کا ایک خاص مقام ہے جس کی رعایت کرنا لازم ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر حضرت الوہیت کی جانب سے بعض انبیاء جو اللہ کے مقرب بندے ہیں پر کوئی عتاب اور خطاب ہو جائے یا ان کی طرف سے جو اس کے خاص بندے ہیں کسی قسم کی تواضع، ذلت اور عاجزی ظاہر ہو جائے جس سے ان کی شان میں نقص کا وہم ہوتا ہو، تو ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ ہم اس میں دخل کریں اور اس میں بات کرنے کی جسارت رکھیں''۔

امام رازیؒ نے ایک حدیث کی روایت کو بیان کرتے ہوئے استدلال کیا ہے۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے کے مطابق گواہی دی جبکہ لین دین کے وقت موجود نہ تھے، اس گواہی پر اعتراض کرنے والوں نے اعتراض کیا، تو انہوں نے کہا کہ جب میں عالم بالا کی خبروں کے بارے میں ان کی تصدیق کر رہا ہوں تو دنیاوی معاملے میں ان کی تصدیق کیوں نہ کروں؟ جب اس کا تذکرہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور ان حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کو ذوالشہادتین (یعنی ان کو گواہی دو کے برابر ہے) کا لقب عطا فرمایا تو اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ کرنا جائز ہوتا تو خزیمہ رضی اللہ عنہ کی یہ گواہی ناجائز ہوتی۔[53] بہرحال احادیث مذکورہ اور ان کی محدثانہ تشریحات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں اور اس حقیقت پر حدیثِ توبہ واستغفار دال ہے۔

عصمتِ انبیاء پر فقہاء عظام اور متکلمین کے اقوال: عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فقہائے عظام کے اقوال ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے

اصحاب میں سے جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر یعنی چھوٹے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔وقال جمہور من الفقہاء من أصحاب مالک وأبي حنیفة والشافعي انھم معصومون من الصغائر۔54 جمہور فقہاء میں امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعی کا مؤقف ہے، کہ انبیاء صغائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کلھم منزون عن الصغائر و الکبائرو الکفر القبائح ۔55تمام انبیاء کرامؑ کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے اور کفر اور قبیح افعال سے معصوم تھے۔علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ایک مستقل رسالہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام پر لکھا ہے، اس میں فرماتے ہیں : انّھم معصومون عن الصغائر والکبائر قبل النبوۃ وبعدھا عمدًا وسھوًا۔ 56انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبائر وصغائر دونوں سے قصداً وسہواً معصوم ہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں :قال الائمة الاصول الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کلّہم معصومون لا یصدر عنھم ذنبٌ ولا صغیرۃ سہوًا ولا یجوز علیہم الخطأ فی دین اللہ قطعًا وفاقًا للاستاذ ابی اسحٰق الاسفرائنی وابی الفتح الشہرستانی والقاضی عیاض والشیخ تقی الدین سبکی وغیرہم وقال جماعة لا ینبغی اجراء الخلاف فی الانبیاء والمرسلین ابدًا۔ 57علماءِ اصول نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے کوئی گناہ سہواً بھی صادر نہیں ہوتا خواہ وہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو، اور ان سے اللہ کے دین میں خطا کا واقع ہونا بھی ناجائز ہے، اس پر استاذ ابو اسحاق اسفرائنی، ابو الفتح شہرستانی، قاضی عیاض اور شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ سب کا اتفاق ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ انبیاء و مرسلین سے امر الٰہی کے خلاف کرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناجائز ہے"۔ امام شعرانیؒ مزید آگے لکھتے ہیں :وایضًا فانّ الرسول مشرع لنا بجمیع اقوالہٖ وافعالہٖ وتقریراتہٖ فلو انہ صدق علیہ الوقوع فی معصیة ما تصدق علیہ تشریع المعاصی ولا قائل بذلک ابدًا وعبارۃ الشیخ محي الدین فی الفتوحات ویشترط فی حق الرسول العصمة فی جمیع ما یبلغہ عن اللہ عزوجل۔58اور یہ بات بھی ہے کہ بے شک رسول ہمارے لئے اپنے اقوال، افعال اور تقریرات کے ذریعے شریعت کی وضاحت فرماتے ہیں، پس اگر وہ ایک گناہ کے واقع ہونے کا بھی مصداق بنے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے شریعت کے بیان میں گناہوں کی آمیزش ہوگی اور اس کا ہمیشہ کیلئے کوئی بھی قائل نہیں اور شیخ

محی الدین ابو بکر ابن العربی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' میں یہ عبارت ہے کہ رسول کے حق میں یہ شرط ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام امورِ دین کی تبلیغ میں عصمت حاصل ہو۔

علاؤالدین عبدالعزیز بن احمدؒ رقمطراز ہیں۔

لایصح وقوع ما هو معصية من الانبياءعليهم السلام فانهم عصمو من الكبائر عند عامة المسلمين و عن الصغائر عند اصحابنا۔۔۔و ان لم يعصمو امن الزلات۔59

انبیاء کرامؑ سے گناہ کے کاموں کا صدور اور واقع ہونا صحیح نہیں،اس لئے کے عمومی طور پر سارے مسلمان بڑے گناہوں سے ان کی عصمۃ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔جبکہ ہم اور ہمارے مشائخ یہ بھی کہتے ہیں انبیاءؑ کبھی صغیرہ گناہوں کے بھی مرتکب بھی نہیں ہوئے ہیں البتہ ان سے زلات کا صدور ممکن ہے۔

امام حافظ الدین نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''شرح العمدۃ'' میں لکھا ہے۔ان النبی لابد وأن يكون معصومًا في أقواله وأفعاله ما يعيبه ويسقط قدره۔60 کہ نبی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اقوال اور افعال میں ہر اس چیز سے پاک ہو جو اس میں عیب پیدا کرے اور اس کی قدر کو ساقط کرے''۔ ''رسالہ قشیریہ'' کے باب الکرامات میں لکھا ہے۔ويجب القول بعصمة الأنبياء عليهم السلام۔ قال شيخ الإسلام في شرحها حتّى لا يقع منهم كبيرة إجماعًا، ولا صغيرة على الأصح۔[61]اور یہ کہنا واجب ہے کہ انبیاء کرام معصوم ہیں۔ شیخ الاسلام نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ اس وجوب کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سے کبیرہ واقع نہیں ہوتا اور اس پر اجماع ہے۔اور صغیرہ بھی واقع نہیں ہوتا اور یہی قول صحیح ہے''۔ ابن عابدینؒ رقمطراز ہیں۔ والذي ينبغي أن يرجع ويعتمد ويصح ما ذهب إليه القاضي عياض وغيره من انهم معصومون عن الصغائر والكبائر قبل النبوة وبعدها عمدًا وسهوًا۔ 62اور جو قول کہ قابل اعتماد اور صحیح ہے وہ وہی ہے جس کی طرف قاضی عیاضؒ اور دوسرے آئمہ کر گئے ہیں اور وہ یہ کہ انبیاء صغائر و کبائر سب گناہوں سے قصداً وسہواً نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ہر حالت میں معصوم ہیں۔ علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں۔انهم معصومون عن الكفر قبل الوحى و بعده بالاجماع ، وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور۔63انبیاء کرامؑ جمہور کے نزدیک بالاتفاق ارتکاب کفر اور عمداً کبائر کے ارتکاب سے نبوت ملنے سے پہلے اور بعد بالکل پاک صاف ہوتے

ہیں۔علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔"فظهر مما ذكرنا ان الأنبياء كلّهم عليهم الصلوة والسلام لم تقع منهم معصية قط، لا قبل النبوة ولا بعدها، وان ساحتهم منزهة عنها۔ كيف ولو صدر منهم ذلک للزم استحقاقهم العذاب واللعن واللوم والذم لدخولهم تحت قولهٖ تعالیٰ: (ومن يعص الله ورسوله) ، وقوله تعالیٰ: (الا لعنة الله على الظالمين)، وقوله تعالیٰ: (أتأمرون الناس بالبرّ وتنسون انفسكم)۔ وكل ذٰلک منتف باجماع الثقاة لكونه من أعظم المنفرات۔ فاتضح ان القول الصريح والوجه الصحيح، ان شاء الله تعالیٰ: تنزههم عن كل عيب، وعصمتهم عن كل ما يوجب الريب"۔64ہمارے ذکر کردہ مسائل سے یہ ظاہر ہوا کہ تمام انبیاء سے ہر گز گناہ واقع نہیں ہوا ہے، نہ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد، اور یہ کہ ان کا دامن گناہوں سے پاک ہے۔ اور یہ ہو کیسے سکتا ہے کیونکہ اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ (معاذ اللہ) عذاب، لعنت و ملامت اور مذمت کے مستحق ہوں کیونکہ وہ ان آیات کریمہ کے مصداق بنیں گے۔ آیت (اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔الخ) اور آیت: (خبردار اللہ کی لعنت ظالمین پر ہے) اور آیت: (کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو)۔ اور یہ تمام باتیں ثقہ علمائے امت کے اجماع کے مطابق انبیاء سے منتفی ہیں کیونکہ مذکورہ سب باتیں نفرت دلانے والی ہیں۔ پس واضح ہوا کہ صریح قول اور صحیح وجہ انشاءاللہ تعالیٰ یہی ہے کہ انبیاء ہر عیب سے پاک ہیں، اور شک پیدا کرنے والی ہر چیز سے معصوم ہیں۔

علامہ ابی شکور السالمیؒ التمھید في بيان التوحيد میں عصمت انبیاء پر لکھتے ہیں۔ وقال اهل السنّة والجماعة انّ الانبياء صلوات الله عليهم قبل الوحى كانوا انبياء معصومين واجب العصمة والرسول قبل الوحى كان رسولًا نبيًّا مامونًا وكذٰلک بعد الوفات والدليل عليه قولهٗ سبحانهٗ وتعالیٰ خبرًا عن عيسٰى بن مريم صلوات الله عليه تصديقًا لهٗ حيث كان فى المهد صبيًّا "قال إنّي عبدالله أتٰني الكتٰب وجعلني نبيًّا" ومعلومًا ان الوحي لا يكون للصبيان والاطفال والكتب لا يكون الّا النبى مرسل وہٰذا نصٌ من غير تاويل ولا تعريض ومن انكر ذلک فانّهٗ يصير كافرًا۔ 65اہل السنة والجماعة کا قول ہے کہ انبیاء کرام نزولِ وحی سے پہلے بھی انبیاءِ معصوم اور واجب العصمة تھے، اور رسول بھی وحی سے پہلے رسول ہی تھا اور نبی اور مامون تھا۔ اسی طرح بعد از وفات بھی (مقام و مرتبے کے اعتبار سے) وہ رسول ہی ہو گا، اس دعوے پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے جس میں سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) سے خبر دی گئی ہے جبکہ وہ گھوارے میں تھے: "کہا

اس نے بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور مجھے نبی بنایا گیا ہے" اور معلوم ہے کہ وحی لڑکوں اور بچوں کو نہیں بھیجی جاتی اور کتاب نہیں دی جاتی مگر نبیؐ مرسل کو، اور یہ نص ہے جس میں تاویل اور تعریض جائز نہیں، اور جو اس سے انکار کرے گا کافر ہو جائے گا۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔ان الانبیاء صلوات اللہ علیهم معصومون فیما یخبرون به عن اللہ سبحانه و فی تبلیغ رسالاته باتفاق الامة ولهذا وجب الایمان بکل ما اوتوه۔66انبیاء کرامؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین اور وحی کی خبر دیتے ہیں۔اس میں اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے میں امت کے اتفاق رائے سے وہ معصوم ہیں۔اس لئے وہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاتے ہیں اس پر ایمان لانا فرض ہے۔امام عبدالوہاب شعرانی "الیواقیت والجواہر" میں فرماتے ہیں۔فإنّ الرسول مشرع لنا بجمیع أقواله وأفعاله وتقریراته فلو أنّه صدق علیه الوقوع في معصیة لصدق علیه تشریع المعاصی ولا قائل بذٰلک ابدا وعبارة الشیخ محي الدین فی الفتوحات ویشترط في حق الرسول العصمة في جمیع ما یبلغه عن اللہ عزوجل۔67بے شک رسول ہمارے لئے اپنے اقوال وافعال اور تقریرات کے ذریعے شریعت بناتے ہیں اور اگر وہ کسی بھی گناہ کے واقع ہونے کا مصداق بنے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس سے شریعت سازی میں گناہوں کی آمیزش ہو گئی، اور اس کا ہمیشہ کے لیے کوئی بھی قائل نہیں، اور شیخ محی الدین کی فتوحات میں یہ عبارت ہے کہ رسول کے حق میں یہ شرط ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام امورِ دین کی تبلیغ میں عصمت حاصل ہو۔

حاصل کلام

اسلام کے تصور قرآن حکیم، تفاسیر، احادیث، محدثین کے اقوال، اور متکلمین کے کلام سے اس بات کی وضاحت ہو گئی ہے کہ انبیاء صغائر و کبائر یعنی چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں سے خواہ قصداً ہو یا سہواً نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد ہر حالت میں معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں۔البتہ بعض انبیاء سے "زلات" واقع ہوئے ہیں لیکن علمائے امت کے اجماع کے مطابق زلات سے ترکِ اولیٰ اور ترکِ افضل کی قسم کے امور مراد ہیں اور یہ کہ ان پر کسی معنی میں بھی گناہ کا اطلاق نہیں ہے معصیت تو یہ ہے کہ نافرمانی کی نیت سے بالارادہ اللہ کے حکم کو ٹھکرایا جائے یعنی معصیت اس گناہ کو کہتے ہیں جو قصداً کیا جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ جو گناہ قصد اور نیت کے بغیر صادر ہو جائے اس پر سرے سے

گناہ کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا، اسی طرح عاصی یا گنہگار وہ ہے جو قصد اور رغبت کے ساتھ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔ اس قسم کا فعل عصمت کے منافی ہے اور اس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن اور محال ہے اور زلت یا لغزش وہ فعل ہے جو قصد اور ارادہ مخالف کے بغیر بظاہر خلاف سرزد ہو جائے اور یہ بظاہر خلاف فعل بھی ان امور میں صادر ہوتا ہے جو ترکِ اولیٰ اور ترکِ افضل کی قسم کے ہوں جن پر باتفاق علمائے اُمت عصیان اور معصیت کا اطلاق ناجائز ہے، ایسی لغزش کا صدور عصمت کے منافی نہیں اور نہ اس کے لئے عصمت اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس معنی میں لغزشوں کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ممکن ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کو ان لغزشوں پر پھر بھی قائم نہیں رہنے دیا جاتا اور انہیں فی الفور متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جو لغزش سرزد ہوئی اس کے صدور میں ان کے قصد و ارادۂ خلاف کو قطعاً کوئی دخل نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

[1] سورۃ البقرۃ، ۲:۱۲۴

Sūrāh āl-Bāqrāh 2: 124

[2] الرازي، التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة: الثالثة ۱۴۲۰ هـ، سورة البقرة، قوله تعالى وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمات، ج۱ ص۳۷

Ālrāzi ،Āltfsir Ālkbir/ Māfātiḥ Ālġāib ،Dārʾāḥyāʾāltrāṯ Ālʿrʾābi ،Beirut, 1420, Vol.1.P.37

[3] الألوسي، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ هـ، ج۱ ص۳۷۷

Ālʾālūsi ،Rūḥ ،Ālmʿāni Fi Tāfsir Ālqur'an Ālʿẓim Wālsbʿ Ālmsāni ،Dār Ālktb Ālʿlmia– Beirūt, 1415, Vol.1, P.377

[4] سورة الفاطر، ۳۵:۳۲

Sūrāh āl-Fātir 35:32

[5] رازی، التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب، سورة البقرة ، قوله تعالى وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمات، ج۱ ص۴۰

Ālrāzi ،Āltfsir Ālkbir/ Māfātiḥ Ālġāib ،Dārʾāḥyāʾāltrāṯ Ālʿrʾābi ،Beirūt, 1420, Vol.1.P.40

[6] البيضاوي، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي، المتوفى: ۶۸۵هـ، تفسير البيضاوي = أنوار التنزيل وأسرار التأويل، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة: الأولى – ۱۴۱۸ هـ، تفسير سورة البقرة، تفسير قوله تعالى وإذ ابتلى إبراهيم ربه بكلمات فأتمهن قال إني جاعلك للناس إماما قال ومن ذريتي، ج۱ ص۱۰۴

Ālbāiḍāwi ،Nāṣir Āldin Ālbai Sʿyd ʿābd Ūllh Bin ʿāmr Bin Mūḥāmād Ālšyrāzy ،Ātfsir Ālbāiḍāwi ʿānwār Āltnzil Wʿāsrār Āltʿāwyl ،Dārʿāḥyāʾ Āltrāṯ Ālʿrby Beirūt, Vol.1.P.104

[7] سورۃ الحجرات، ۴۹:۶

Sūrāh āl-Hūjrāt 49:6

[8] سورۃ البقرۃ،۲:۱۴۳

Sūrāh āl-Bāqrāh 2:143

[9] سورۃ الاحزاب، ۳۳:۵۷

Sūrāh āl-ĀHzāb 33:57

[10] القرطبي ،الجامع لأحكام القرآن ،دار الكتب المصرية القاهرةالطبعة: الثانية، ۱۳۸۴ھ،سورة الأحزاب ، قوله تعالی إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة، الجزء الرابع عشر،ص۲۱۵

Ālqūrṭbi ‹Ālğām'e L 'āḥkām Ālqr'ān ‹Dār Ālktb Ālmṣri'ā – Ālqāhira, Vol.12.P.215

[11] سورۃ ال عمران،۳:۳۱

Sūrāh 'āāl-imrān 3:31

[12] سورۃ النساء،۴:۱۴

Sūrāh āl-Nis'ā 4:14

[13] سورۃ ھود،۱۱:۱۸

Sūrāh 'āl-Hood 11:18

[14] سورۃ الصف، ۶۱:۲

Sūrāh ās-sāf 61: 2

[15] سورۃ البقرہ،۲:۴۴

Sūrāh āl-Bāqrāh 2:44

[16] سورۃ ھود،۱۱:۸۸

Sūrāh 'āl-Hood 11:88

[17] سورۃ الانبیاء،۲۱:۹۰

Sūrāh 'āl-'āmbia 21: 90

[18] فخر الدین رازی، عصمۃ الانبیاء، دار الھدیٰ ، الجزائر،۲۰۰۶ء، ص۱۱

Fākẖr Ūldin 'Ārāzi 'Āṣmt Ālānbiā'‹Dār Ālhuda'Ālğzāir, 2006, P.11

[19] سورۃ صٓ، ۳۸:۴۷

Sūrāh S-āād 38: 47

[20] سورۃ الحج، ۲۲:۷۵

Sūrāh 'āl-hāj 22: 75

[21] سورۃ آل عمران، ۳:۳۳

Sūrāh 'āl-imrān 3: 33

[22] سورۃ البقرہ ۲:۱۴۴

Sūrāh āl-Bāqrāh 2:144

[23] سورۃ الاعراف،۷:۱۴۴

Sūrāh ʿāl-irāaf 7:144

[24] سورۃ ص، ۳۸: ۴۵، ۴۶

Sūrāh S-āād 38: 45-46

[25] الرازي، مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، دار إحياء التراث العربي — بيروت، ۱۴۲۰ھ، ج ۷ ص ۲۰۲

Ālrāzi ‹Āltfsir Ālkbir/ Māfātiḥ Ālġāib ‹Dārʾāḥyāʾāltrāṯ Ālʿrʾābi ‹Beirūt, 1420AH, Vol.7.P.202

[26] سورۃ ص، ۳۸: ۸۲، ۸۳

Sūrāh S-āād 38: 82-83

[27] ایضاً، ۳۸: ۴۶

Ibid, 38: 46

[28] سورۃ یوسف، ۱۲: ۲۴

Sūrāh Yūsāf 12: 24

[29] سورۃ سبا، ۳۴: ۲۰

Sūrāh Sāba 20: 34

[30] سورۃ الحجرات، ۴۹: ۱۳

Sūrāh ʿĀhūğrāt 13: 49

[31] فخر الدین رازی، عصمۃ الانبیاء، دار الھدیٰ، الجزائر، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳

Fākẖr Ūldin ʿĀrāzi ʿĀṣmt Ālānbiāʾ‹Dār Ālhudaʿ Ālğzāir, 2006, P.13

[32] سورۃ المجادلہ، ۵۸: ۲۲

Sūrāh ʿĀl-mūğādila 58: 22

[33] ایضاً، ۵۸: ۱۹

ibid 58: 22

[34] فخر الدین رازی، عصمۃ الانبیاء، دار الھدیٰ، الجزائر، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳

Fākẖr Ūldin ʿĀrāzi ʿĀṣmt Ālānbiāʾ‹Dār Ālhudaʿ Ālğzāir, 2006, P.13

[35] سورۃ ص، ۳۸: ۲۸

Sūrāh S-āād 38: 38

[36] سورۃ الاحزاب، ۳۳: ۳۲

Sūrāh āl-āHzāb 33:32

[37] الرازی، التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب، سورة الأحزاب، قوله تعالى يا نساء النبي لستن كأحد من النساء، ج ۲۵، ص ۲۰۹

Ālrāzi ‹Āltfsir Ālkbir/ Māfātiḥ Ālġāib, 1420, Vol.25.P.209

[38] سورۃ الاحزاب، ۳۳: ۳۰

Sūrāh āl-āHzāb 33:30

[39] فخر الدین رازی، عصمۃ الانبیاء، دار الھدیٰ، الجزائر، ۲۰۰۶ء، ص ۱۰

Fākẖr Ūldin ʿĀrāzi ʿĀṣmt Ālānbiāʾ‹Dār Ālhudaʿ Ālğzāir, 2006, P.10

[40] سورة الانبياء، ۲۱:۵۱

Sūrāh ʿāl-ʿāmbia 21: 51

[41] السيوطي وجلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر(المتوفى: ۹۱۱هـ)، تفسير الجلالين ، دار الحديث – القاهرة، ۲۰۱۰ء تفسير قوله تعالی ولقد آتينا إبراهيم رشده من قبل وكنا به عالمين، ج۱ ص ۳۲۶

Ālsyūṭi Wğlāl Āldeen ʿābd Ālreḥmān Bn ʿābi Bākār, Tāfsir Ālğlālāyn ‹Dār Ālḥdeeṯ – Ālqāhirā, Vol.1.P.326

[42] عبدالحق ، مولانا، تفسير فتح المنان المشهور به تفسير حقانی، میر محمد کتب خانه، کراچی، ج۵ ص ۱۸۴

ʿābdālḥaq ‹Mūlānā‹ Tāfsir fāth ʿālmnʿān ālmšhūr bi Tāfsir ḥāqāni ‹mir mūḥāmād Kūtāb Kẖāna Kārāchi, Vol.5.P.184

[43] سورة ابراهيم، ۱۴:۳۵

Sūrāh Ibrāhim 14: 35

[44] الألوسي ،شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسين ، المتوفى: ۱۲۷۰هـ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، دار الكتب العلمية ، بيروت، ج ۱۳ ص ۷۰

Āl'ālūsi ‹Rūḥ ‹Ālmʿāni Fi Tāfsir Ālqur'an Ālʿẓim Wālsbʿ Ālmsāni ‹Dār Ālktb Ālʿlmia–Beirūt, 1415, Vol.13, P.70

[45] الألوسي ، روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، ج۱۳ ص ۲۳

Āl'ālūsi ‹Rūḥ ‹Ālmʿāni Fi Tāfsir Ālqur'an Ālʿẓim Wālsbʿ Ālmsāni ‹Dār Ālktb Ālʿlmia–Beirūt, 1415, Vol.13, P.23

[46] صحيح مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار ، تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس وأن مع كل إنسان قرينا، ۲۸۱۴

Āl-ṣāḥiḥ mūslim‹ktāb ṣifa tālqyāma wālğn ti ālnār ‹tḥryš ālšyṭān wbʿṯahu srāyāh lftan ti ālnās w ʿāni mʿ kul ʿānsān qrinān 2814

[47] النووي ،يحيي بن شرف أبو زكريا ، شرح النووي على مسلم، دار الخير، سنة النشر: ۱۴۱۶هـ/۱۹۹۶م، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، ص،۲۹۳

ʿālnwāwi ‹yāḥyā bin šrf ābu zākriā ‹šhāraḥ ʿālnwāwi ʿāla mūslim ‹dār ālkẖyr ‹snt ālnašhar: 1996 ‹kitāb ṣft ālqyāmt wālğanti wālnār, P.293

[48] طحاوی، شرح معاني الآثار ، الكراہت ، الاستغفار، ج۲ ص ۴۰۴

Tāḥāwi ،šhārḥ mʿāni ʿā āṯār ،ālkʿārāhat ،ālāstġfār, vol2,P. 404

[49] ايضاً، ج۲ ص ۴۰۳

Ibid, vol2,P. 403

[50] علي بن سلطان محمد القاري، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، دار الفكر بيروت، سنة النشر: ۱۴۲۲هـ ج۱ ص ۱۳۵

ʿĀli Bin Sūlṭān Mūḥāmmād Ālqāri ‹Mrqāt Ālmāfātiḥ Šhārāḥ Mišhkāt Ālmṣābiḥ ‹Dār Ālfkr Beirut ‹1422AH, VOl. 1.P.135

[51] طحاوی، شرح معاني الآثار ، الكراہت ، الاستغفار، ج۲ص ۴۰۴

Tāḥāwi ،šhārḥ m‘āni ‘ā āṯār ،ālk‘ārāhat ،ālāstġfār, vol 2, P. 404

[52] الدهلوي ، عبد الحق بن سیف الدین، لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح، مکتبہ المعارف ،لاہور، ج۱ص ۳۹

Āldhilwi ، ‘ābd ĀlḥqBin SāyfŪldin ،Lam‘āt Āltnqiḥ Šrḥ Miškā tĀlmṣābiḥ، Maktba Ālm‘ārif ،Lāhore, Vol.1,p.39

[53] فخر الدین رازی، عصمۃ الانبیاء، دار الهدیٰ ، الجزائر،۲۰۰٦ء، ص ۱۴

Fākẖr Ūldin ‘Ārāzi ‘Āṣmt Ālānbiā’،Dār Ālhuda‘Ālğzāir, 2006, P.14

[54] القرطبي ، الجامع لأحکام القرآن : تفسیر القرطبي ، ج۱ص ۳۰۸

Ālqūrṭbi ،Ālğām‘e L ‘āḥkām Ālqr‘ān, Vol.1.P.308

[55] ابو حنفیه نعمان بن ثابت، الفقه الاکبر، مکتبه الفرقان، الامارات العربیۃ،۱۹۹۹ء، ص ۳۷

Ābū Hānfia nū‘mān bin ṯābt،ālfiqh āl ākbār،māktbā ālfrqān،ālāmārāt āl‘rbiā, 1999, P.37

[56] ابن عابدین، محمد امین آفندی، رسائل ابن عابدین الرسالۃ الرابعۃ عشر: ص ۳۰۷

Ịbn ‘ābdyn، mūḥāmād āmin ‘āfandi ،rsāḷl Ịbn ‘ābdyn ālrsāla ālrāby ā‘šhār, p.307

[57] الشعرانی ،الیواقیت الجواہر فی بیان عقائد الاکابر، دار الاحیاء التراث العربي، بیروت، لبنان، ج۲ص ۲

ālšh‘rāni، āl-yāwāqit ālğwāhir fi byān ‘āqāaid āl ākābir، dār ālāḥiā’ āltrāṯ āl‘rbi ، Beirūt ، labnān، Vol.2,p2

[58] ایضاً

ibid

[59] عبد العزیز أحمد بن محمد البخاري علاء الدین، کشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي، وبهامشه أصول البزدوي، مطبعة الشرکة الصحافیة العثمانیة، إعادة طبع دار الکتاب العربي – بیروت،۱۳۰۸ء ، افعال النبی ﷺ ، ج۳ص ۳۷۵

‘Ā‘bd āl‘ziz ‘āḥmad bin Mūḥāmād ālbūkẖāri ‘ālā’ āldin ، kāšhf āl isrār ān‘āṣul fakẖr āl Islām ālbzūdi ، Dār ālktāb āl‘rbi – Beirūt , Vol.3, p375

[60] ابن عابدین، محمد امین آفندی، رسائل ابن عابدین الرسالۃ الرابعۃ عشر: ص ۳۰۸

Ịbn ‘ābdyn، mūḥāmād āmin ‘āfandi ،rsāḷl Ịbn ‘ābdyn ālrsāla ālrāby ā‘šhār, p.308

[61] ایضاً

ibid

[62] ایضاً: ص ۳۱۲

Ibid, p.312

[63] تفتازانی، سعد الدین، شرح العقیده النسفیه، المتوفی ۷۹۲ھ، محقق مصطفی مرزوق، دار الهدیٰ عین ملیلۃ، الجزائر، ص ۱۰۲

Tāftāzāni‹S῾ād āldin‹šhrāḥ āl῾qidā ālnsfiā ‹mūḥqiq mṣṭfi mrzūqi‹dārālhdā, Ālgeria, p.102

64 ابن عابدین، محمد امین آفندی، رسائل ابن عابدین الرسالۃ الرابعۃ عشر: ص ۳۱۲

Ịbn ῾ābdyn‹ mūḥāmād āmin ῾āfandi ‹rsāịl Ịbn ῾ābdyn ālrsāla ālrāby ā῾šhār, p.312

65 ابو شکور السالمی، التمهید في بیان التوحید، مرکز الملك فیصل للبحوث والدراسات الاسلامية، الرياض، ۷۳

Ābu šhkūr ālsālmi mūḥāmād bin ῾bd ālsyd bn š῾yād ‹āltāmhid fi byān āltūḥeed ‹mārkāz ālmlk fyṣāl llbḥūṯ wāldrāsāt ālāslāmiā‹Ālryāḍ, p.73

66 ابن تیمیة، مجموع فتاوی شیخ الإسلام ابن تیمیة، المتوفی۷۲۸ھ، محقق عامر الجرار، دار الوفاء، الاسکندریة جمهوریة مصر العربیة، ج۶ ص ۱۵۵

Ịbn tymiāyah ‹māğmū῾ fātāwya šykẖ āl ῾ā islām Ịbn tymiāyah‹ mūḥāqiq ῾āmir ālğrār‹dār ālwfā᾽ ‹ālāskndrya- Ğmhūryā miṣār āl῾rbyā, Vol6, p.155

67 الشعرانی، عبدالوہاب بن احمد بن علی، الیواقیت الجواہر فی بیان عقائد الاکابر، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج۲ ص۲

Ālšh῾rāni، āl-yāwāqit ālğwāhir fi byān ῾āqāaid āl-- ākābir، dār ālāḥiā᾽ āltrāṯ āl῾rbi ، Beirūt، labnān، Vol.2,p2